بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيماً كَثِيراً۔ أَمَّا بَعْدُ:

089: باب 48-اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری تکبر کی علامت اور بہت بڑا جرم ہے۔

[آیت (فصلت:50)،(القصص:78)،(بخاری:2964)]

كتاب التوحيد الذي هو حق الله على العبيد لشیخ الامام العلامہ محمد بن عبدالوہاب التمیمی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عظیم کتاب کی شرح کا درس جاری ہے اور آج کے درس میں ایک نئے باب سے درس کا آغاز کرتے ہیں شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''باب قول الله تعالى ﴿وَلَئِنۡ اَذَقۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنَّا مِنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُ﴾...الأية (فصلت:50)''(اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد ہم اسے اپنی رحمت سے نوازتے ہیں (آیت کے آخر تک))۔

یہ باب باندھا ہے شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التوحید میں اور اس باب کا تعلق پچھلے ابواب سے بھی ہے کہ مسلمان کو اپنی زبان سے نکلے ہوئے الفاظوں پر غور و فکر کرنی چاہیے، اس سے پہلے کہ منہ سے کوئی بات نکلے مسلمان کو چاہیے وہ سوچے اور سمجھے کہ وہ کیا بات کرنا چاہتا ہے، یہ بات جو وہ کر رہا ہے کیا اُس بات سے اس کا ربّ اُس سے راضی ہو جاتا ہے یا ناراض ہو جاتا ہے۔ دیکھیں دنیا کے امور میں ہم اپنی باتوں کو بڑی احتیاط سے کرتے ہیں اپنی باتوں کو سوچ سمجھ کر کرتے ہیں کہ کہیں سننے والا ہم سے کوئی خفا نہ ہو جائے یا ناراض نہ ہو جائے لیکن جب دین کے متعلق کوئی بات ہوتی ہے ہم اس کی پرواہ نہیں کرتے اور بعض اوقات دنیاوی امور میں بھی ہم ایسی باتیں کر جاتے ہیں جن سے ہم اپنے ربّ کو ناراض کر بیٹھتے ہیں۔

تو شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کو اس لیے باندھا ہے کہ الفاظوں کی قدر و قیمت کو جانو کہ منہ سے جو لفظ نکلتے ہیں یہ صرف یہ نہیں کہ بس آپ نے بات بولی وہ ہوا میں اڑ گئی اور ختم ہو گئی، ہر گز نہیں! یہ باتیں جو ہم کر رہے ہیں یہ عمل جو ہم کرتے ہیں جیسا کہ عمل لکھا جا رہا ہے اسی طریقہ سے ہمارے اقوال بھی الفاظ بھی لکھے جا رہے ہیں ہم جوابدہ ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے ''إِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ، وَإِنْ شَرًّا فَشَرٌّ''۔ اور اس باب کا آغاز شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ سے کیا سورۃ فصلت آیت نمبر 50 سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلَئِنۡ اَذَقۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنَّا مِنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُ لَيَقُوۡلَنَّ هٰذَا لِىۡ وَمَاۤ اَظُنُّ

السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنۡ رُّجِعۡتُ اِلٰى رَبِّىۡۤ اِنَّ لِىۡ عِنۡدَهٗ لَـلۡحُسۡنٰى ۚ فَلَـنُـنَـبِّـئَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا وَلَـنُذِيۡقَنَّهُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِيۡظٍ ﴾(فصلت:50)

﴿وَلَئِنۡ اَذَقۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنَّا مِنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُ﴾(اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد ہم نے اسے اپنی رحمت سے نوازا یا ہم اُسے اپنی رحمت سے اسے نوازتے ہیں)۔ کسے ؟ بندے کو انسان کو، کوئی بھی ہو، یہ لوگوں کی ایک خاص قسم ہے جو ایسے ہیں۔ ﴿لَيَقُوۡلَنَّ هٰذَا لِىۡ ۙ﴾(بس وہ شخص کہتا ہے یہ تو میرا حق تھا میں اس کا حقدار تھا)۔ میری محنت اتنی ہے میرا علم اتنا ہے میری جدوجہد اتنی ہے کہ جو کچھ مجھے ملا ہے میں ہی اس کا حقدار تھا۔

اور آگے یہ بھی کہتا ہے ﴿وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً﴾(اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آئے گی)۔ ظن، یہاں پر اسے یقین ہے کہ قیامت نہیں آئے گی۔ اچھا اگر آ بھی گئی قیامت ، بات یہ سچ کبھی ثابت بھی ہو گئی کہ قیامت آئے گی اور اگر آ بھی گئی ﴿وَّلَئِنۡ رُّجِعۡتُ اِلٰى رَبِّىۡۤ اِنَّ لِىۡ عِنۡدَهٗ لَـلۡحُسۡنٰى﴾(تو پھر واپسی اسی ربّ کی طرف ہے ناں جس نے مجھے دنیا میں اتنا کچھ دیا جس کا میں حقدار تھا تو آخرت میں بھی میرے لیے خیر ہی خیر ہے، حسنٰی ہے)۔

اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں ﴿فَلَـنُـنَـبِّـئَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا﴾(بس ہم کافروں کو ضرور بتائیں گے کہ وہ کیا کچھ کیا کرتے تھے کیا اعمال تھے اُن کے) ﴿وَلَـنُذِيۡقَنَّهُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِيۡظٍ﴾(اور ہم انہیں بہت سخت عذاب، غلیظ ترین عذاب کا مزا چکھائیں گے)۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کا ذکر کر رہے ہیں کہ بڑے عجیب سے ہیں یہ لوگ، اور آج کل کے دور میں اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے ایسے لوگ کثرت سے آپ کو نظر آئیں گے اِلّا من رحم اللہ سبحانہ و تعالیٰ، کہ انسان کے حالات جو ہیں عام اِن لوگوں کے حالات بدلتے رہتے ہیں، کبھی خوشی ہے کبھی غمی ہے، کبھی تنگی ہے کبھی کشادگی ہے ، کبھی اچھے حالات کبھی بُرے حالات ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہم اپنے بندوں پر جب وہ تنگی میں ہوتے ہیں شر میں مبتلا ہوتے ہیں اپنی رحمت سے ان لوگوں کو نوازتے ہیں اُن کے شر کو دور کرتے ہیں، اُن کی تنگی کو وسعت میں بدل دیتے ہیں اُن کی زندگی کو اچھا کر دیتے ہیں، اُن کی حاجت کو پورا کر دیتے ہیں، اُن کی مشکل کو آسان کر دیتے ہیں، عافیت بخشتے ہیں صحت بخشتے ہیں تو اسے کیا کرنا چاہیے تھا؟ شکر کرنا چاہیے تھا۔

یہی ہوتا ہے کہ نہیں مصیبت ہے اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت کو دور کیا نتیجہ کیا ہے؟ شکر ہونا چاہیے تھا، لیکن یہ عجیب سے لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ ذکر کر رہا ہے، اس معاشرے میں رہتے ہوئے یہ عجیب سے لوگ ہیں جو لوگ اتنے اللہ تعالیٰ کے انعامات اور

احسانات کے باوجود بھی کہتے ہیں کہ میں اس وسعت کا اس آسانی کا، اس حاجت روائی کا، ان انعامات اور احسانات کا حقدار تھا کیونکہ یہ جو کچھ بھی کیا ہے میں نے کیا ہے میری جدوجہد ہے، اور اللہ تعالیٰ کو ایسی باتیں ہر گز پسند نہیں ہیں جس نے میں کہا وہ ہلاک ضرور ہوا۔

رہ گئی یہ بات کہ قیامت آئے گی (دیکھیں ہٹ دھرمی دیکھیں تکبر کیا ہوتا ہے ہٹ دھرمی کیا ہوتی ہے) اور اگر قیامت کی بات ہے لوگ کرتے ہیں پہلے تو آئے گی نہیں اور اگر آ بھی گئی تو ربّ تو میرا ہے ناں (دیکھیں ربّ کو مانتا ہے ربّ کا انکار نہیں کرتا) ابھی بھی تو ربّ نے دیا ہے اور بعد میں بھی ربّ دے گا۔ ارے جو شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے ربّ دینے والا ہے اور اللہ کا فضل و کرم ہے کاش وہ یہ کہتا لیکن وہ یہ نہیں کہتا لگ یوں رہا ہے جب اُس نے ربّ کا لفظ لیا ہے جب اُس نے ربّ کا ذکر کیا ہے کہ وہ شخص اسے یوں کہنا چاہیے تھا دیکھیں وہ کہہ کیا رہا ہے کہ اور اگر میں اپنے ربّ کی طرف واپس بھی گیا لوٹ کر گیا تو وہاں پر مجھے خوشحالی ضرور ملے گی جیسے دنیا کی خوشحالی ہے وہاں پر بھی ہے۔ کیوں؟ کیونکہ جب دنیا میں میں حق دار ہوں تو آخرت میں بھی میں حقدار ہوں۔

اس میں اللہ کا فضل و کرم کہاں گیا؟ نہیں اس کی کیا ضرورت ہے جب میں نے سب کچھ کیا ہے تو پھر ربّ نے مجھے پیدا کیا ہے بس باقی میں نے سب کچھ کیا ہے۔

نہیں، ہر گز نہیں! اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو اللہ کی قسم یہ دل کبھی نہ دھڑکتا یہ سانس کبھی نہ چلتی، کوئی پرندہ اپنے پَر کو حرکت نہیں دے سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہو کیا ایسے لوگ بھول جاتے ہیں؟! دیکھیں سمجھ دار وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے اور بدترین انسان وہ ہے جو اپنے سے بھی عبرت حاصل نہ کرے اپنی غلطیوں کو بھی نظر انداز کردے، سبحان اللہ۔

کیا یہ شخص بھول گیا اگر اللہ تعالیٰ اسے پتھر پیدا کرتا کبھی کہتا کہ میں حقدار ہوں انسان بننے کا کیا خیال ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ اسے پتھر پیدا کرتا ایک پتھر تھا اگر انسان چلتا ہے تو ٹھوکر لگتی ہے انسان کو اگر پتھر ہوتا تو کبھی وہ کہہ سکتا کہ میں انسان ہونے کا حقدار تھا؟ نہیں۔

اچھا انسان پیدا کیا لیکن اپاہج پیدا کیا حرکت نہیں کر سکتا کیا وہ حقدار تھا کسی اچھائی کا کہہ سکتا تھا؟ اگر تندرست تو تھا لیکن عقل نہیں تھی پاگل پیدا ہوا، اور اسی طریقے سے آپ چلتے جائیں کہ عقل بھی ٹھیک ہے لیکن بیماری لگ گئی ایسی بیماری موذی بیماری کہ وہ عاجز ہے کچھ کر نہیں سکتا۔

تو میرے بھائیو محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ ہم کوئی عمل کر سکتے ہیں ہم صرف راستے کی طرف دیکھتے ہیں اپنا پاؤں اٹھاتے ہیں، اپنے گھر سے نکلتے ہیں تھوڑی سی محنت کرتے ہیں، شرعی اسباب اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ وہ راستہ ہمارے لیے آسان کر دیتا ہے، یہ توفیق یہ صحت صرف اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان ہے اسی لیے کوئی بھی انسان نہیں کہہ سکتا کہ جو کچھ میرے پاس ہے اس کا میں حقدار تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ ہر گز نہیں! اس لیے اللہ تعالیٰ نے جواب میں کیا فرمایا کہ ہم ایسے لوگوں کو خبر دیں گے ضرور ﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (جو انہوں نے کفر کیا ہے)۔

کون سا کفر کیا؟ اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی، کفر النعمۃ کیا کہ نعمتیں میں نے دی ہیں اور پھر ناشکری کا راستہ اختیار کیا، تو یہاں پر کفر کا معنیٰ کفر اکبر ہے کافروں کے لیے کیونکہ کافر بھی ایسا کرتے ہیں اور کفر اصغر ہے کفر النعمۃ ہے مسلمانوں کے لیے کیونکہ بعض مسلمان بھی ایسا کرتے ہیں، تو لفظ ایک ہے۔

اچھا یہ اُن کو سزا کیوں دیں گے؟ کیا خبر دیں گے اُن کو سزا سے پہلے؟ خبر دیں گے کہ دنیا میں کیا کرتے تھے یہ جو سارا کچھ تم نے کیا ہے اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا احسان نہ ہوتا، توفیق نہ ہوتی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کبھی کر سکتے تو پھر ایسا کہا کیوں؟!

اب باقی کیا رہا؟ اب واپسی کا وقت نہیں ہے اب حساب دینا ہے ﴿وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ﴾ تحقیق کے ساتھ ﴿مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ غلیظ ترین عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس آیت کریمہ میں جو اہم پیغام ہیں:

1۔ کہ خیر اور شر دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہیں تقدیر میں لکھ دیئے گئے ہیں۔

2۔ نعمت کا شکر کرنا فرض ہے۔

3۔ قیامت کا ثبوت کہ قیامت آئے گی اِس کا ثبوت ہے اِس آیت میں۔

4۔ قیامت پر شک کرنا کفر ہے۔

5۔ صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ واحد ربّ ہے کافی نہیں ہے جنت میں داخل ہونے کے لیے۔

صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ واحد ربّ ہے جنت میں داخل ہونے کے لیے کافی نہیں ہے، الایمان باللہ چار چیزوں کا مجموعہ ہے جب تک یہ چار چیزیں پوری نہیں ہوتیں تب تک الایمان باللہ ادھورا ہے اور الایمان باللہ ارکان ایمان کا پہلا رکن ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان چار چیزوں کا مجموعہ ہے:

۱۔اللہ تعالیٰ موجود ہے،ابو جہل بھی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور ابلیس بھی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے لیکن یہ ایمان کافی نہیں ہے۔

۲۔اللہ تعالیٰ واحد ربّ ہے،ابو جہل بھی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ربّ ہے اور ابلیس بھی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ربّ ہے۔پیدا کس نے کیا؟اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو یہ ایمان بھی کافی نہیں ہے۔

۳۔اللہ تعالیٰ واحد معبود ہے،تیسرا حصہ جو ہے اللہ تعالیٰ پر ایمان کا کہ اللہ تعالیٰ واحد معبود ہے اور یہ ابو جہل نہ جان سکا اور اسی پر جھگڑا ہوا انبیاء کا رسولوں کا(علیہم الصلاۃ والسلام)اور اُن کی قوموں کا اُن کے خلاف کہ ہم یہ تو جانتے ہیں اللہ تعالیٰ ربّ ہے ٹھیک ہے لیکن یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ واحد معبود ہے،عبادت اللہ تعالیٰ کی بھی کریں گے اور بتوں کی بھی کریں گے غیر اللہ کی بھی کریں گے۔

۴۔اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان۔

اچھا یہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے ارکان ایمان پر سب پر جب تک ایمان نہیں ہوتا تب بھی ناقص ہے ایمان،یہ چاروں پر ایمان لے آئے ناں پھر فرشتوں کا انکار کیا تب بھی کفر ہے۔اللہ تعالیٰ پر ایمان درست ہے،فرشتوں پر بھی ایمان درست ہے،انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو جھٹلایا ہے پھر بھی کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی درست ہے،فرشتوں پر ایمان بھی درست ہے،انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر ایمان بھی درست ہے،کتابوں پر ایمان نہیں ہے تب بھی کفر ہے۔اگر اِن سب پر ایمان ہے آخرت پر ایمان نہیں ہے تب بھی کفر ہے،اِن سب پر ایمان ہے تقدیر پر ایمان نہیں ہے تب بھی کفر ہے۔تو ارکان ایمان،پورے مجموعہ پر ایمان لانا فرض ہے ہر مسلمان پر۔

یہاں پر اس آیت میں اللہ تعالیٰ ربّ ہے ایمان تھا لیکن آخرت پر ایمان نہیں ہے تو ارکان ایمان پر ایمان مکمل نہیں ہے اس لیے یہ کفر اکبر ہے اور یاد رکھیں یہ عقیدے کے امور ہیں،یہ علم کہ ارکان ایمان کیا ہیں اس کا تعلق عقیدے سے ہے۔ارکان ایمان جاننا اور ہر وہ چیز جو ارکان ایمان سے منسلک ہے،صرف ارکان ایمان کافی نہیں ہیں اس کے ساتھ اور بھی چیزیں ہیں جو ان سے منسلک ہیں اُن کو جاننا بھی ضروری ہے اسے کہتے ہیں مسلمان کا عقیدہ۔

6۔مرنے کے بعد حشر اور حساب کا ثبوت کہ حساب ہونا ہے(مرنے کے بعد حساب کا ثبوت کہ مرنے کے بعد حساب ہونا ہے)۔

7۔اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی نسبت کسی اور کی طرف کرنا کفر النعمۃ ہے ناشکری ہے،توحید پر جرح اور قدح ہے۔

یہاں پر اُس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کس کی طرف منسوب کیں؟اپنی طرف منسوب کیں۔اگر کسی اور کی طرف کرتا پیر کی طرف،ولی کی طرف نبی کی طرف تب بھی یہ جرم تھا۔اپنی طرف لے جانے کی نہیں سوچنا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

8۔شکر کی حقیقت کو جاننا،میرے بھائی شکر صرف زبان کا قول نہیں ہے شکر تین چیزوں کا مجموعہ ہے:

ا۔دل سے یقین کرنا کہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل وکرم ہے جو نعمتیں مجھے پہنچی ہیں۔جو نعمتیں دی ہیں احسانات ہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں میں اس کا حقدار نہ تھا اور نہ ہی میں اس کے قابل تھا یہ محض فضل وکرم ہے اللہ تعالیٰ کا میرے اوپر اس پر یقین کرنا،اور یہ بھی یقین کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی یہ نعمتیں آئی ہیں کوئی اور ذات نہیں ہے۔

یعنی یقین دو طرف سے ہے:

(۱)میں ان کا حقدار نہ تھا محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔

(۲)یہ ساری کی ساری نعمتیں صرف ایک ہی ذات دینے والی ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ،اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی کوئی نعمتیں کوئی احسان نہیں دینے والا،یہ یقین۔

۲۔شکر کا دوسرا حصہ زبان سے اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ تیرا شکر ہے تیری حمد وثناء ہے میں اس قابل نہ تھا تو نے ہی عطا فرمایا ہے۔

دل سے یقین اور چیز ہوتی ہے اور زبان سے اقرار اور چیز ہے ان دونوں کا ہونا ضروری ہے۔

۳۔تیسرا ہے عمل ﴿اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا﴾(سبا: 13) (اے آل داود!اللہ تعالیٰ پر شکر کرو عمل کرتے ہوئے (عمل سے شکر کرو))۔

ارے عمل سے کیسے شکر کریں ہم کیا ہاتھوں پر زبان لگی ہوئی ہے جو شکر کرے گی یا آنکھوں پر کوئی زبان لگی ہے؟!کس طریقے سے ہم شکر کریں؟شریعت کے مطابق عمل کر کے جب آپ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہیں،اعمال صالحہ کرتے ہیں تو یہ عمل آپ کی طرف سے شکر کی ادائیگی ہوگی اللہ تعالیٰ کے ہاں۔

ہاتھ کا شکر کیا ہے؟کہ ہاتھ کو ظلم سے روکو ہاتھ کا شکر ہے،آپ نے ہاتھ سے یوں کہا کہ اے اللہ تعالیٰ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے مجھے دو اچھے ہاتھ عافیت بخش ہاتھ دیئے ہیں میں نے یہ ہاتھ تیری عبادت میں صرف کر دیئے۔

آنکھ کیسے شکر کرتی ہے؟گناہوں سے آنکھوں کو بچا کر،اب اے اللہ تعالیٰ تیرا شکر ہے کہ مجھے تو نے عافیت بخشی ہے میں دیکھ سکتی ہوں اور مجھے گناہوں سے بھی دور فرمایا ہے اے اللہ تعالیٰ تیرا ہی شکر ہے۔اگر آنکھ کے پاس زبان ہوتی کہتی کہ نہ کہتی لیکن زبان آنکھ کے پاس نہیں ہے تو اپنے لسان الحال سے زبان کہتی ہے۔

یہ تب ہوگا جب آپ اپنے آپ کو اللہ تعالی کے حوالے کر دیں گے اور عمل صالح کریں گے اور عمل صالح وہ عمل ہوتا ہے جس کی دو شرطیں ہیں:

(۱) اللہ تعالی کے لیے اخلاص جس میں شرک کا کوئی شک وشبہ نہ ہو کوئی شائبہ نہ ہو، کوئی ملاوٹ نہ ہو۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کہ عبادت کرنی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اور راستہ ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔

آگے شیخ صاحب رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں:

متن میں امام مجاہد کا قول ہے امام مجاہد رحمہ اللہ نے ﴿هٰذَا لِيْ﴾ کی تفسیر میں فرمایا "هذا بعملي، وأنا محقوق به" (یہ مال ودولت تو میری محنت اور کاوش کا نتیجہ ہے اور میں اُس کا حقدار بھی ہوں)۔ یہ تفسیر الطبری میں ابن جریر الطبری نے امام مجاہد رحمہا اللہ کے اس قول کو نقل کیا ہے کہ ﴿هٰذَا لِيْ﴾ کا مطلب کیا ہے اس آیت کریمہ میں، یہ مقصد لیا ہے۔

اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ میری اپنی کاوش ہے (یعنی سب میری محنت ہے میں نے کیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے بدلے میں مجھے یہ نعمتیں دی ہیں، نعوذ باللہ)۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ﴾ (القصص:78) (قارون نے کہا کہ مجھے یہ سب کچھ میری اپنی سمجھ کی بناء پر دیا گیا ہے)۔ قارون بنی اسرائیل میں سے تھا سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی قوم میں سے تھا۔ فرعون کا ساتھی نہیں تھا بنی اسرائیل میں سے تھا لیکن ایک ایسا عمل کیا جو فرعون کے ساتھ جا کر مل گیا۔

فرعون جیسی کیا عادت تھی؟ تکبر۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے دولت سے نواز اُس شخص نے کہا بس میں حقدار تھا اس دولت کا، اس مال و دولت کا اس خزانے کا میں حقدار تھا۔ کیوں؟ کہ بنی اسرائیل سارے کے سارے بس گئے گزرے ہیں پاگل ہیں میں ہی ایک اکیلا انسان ہوں میں نے سب کچھ کمایا ہے، میں اس قابل تھا میری محنت ہے۔ بنی اسرائیل کیونکہ اللہ تعالیٰ کو جانتے تھے اور وہ جانتا تھا کہ اُس کا خالق ومالک اللہ تعالیٰ ہے اُس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جب یہ دیا ہے میں اس کا حقدار تھا جیسا کہ پہلی آیت میں ذکر کیا گیا ہے وہاں پر عام اور یہاں پر ایک شخص کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام قتادۃ رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں "على علم مني بوجوه المكاسب" (یعنی اُس نے کہا کہ یہ مال مجھے کمائی کے تجربے اور علم کی بدولت ملا ہے)۔

وہی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں امتحان ہے کہ انسان کیا کہتا ہے، دل سے کیا اُس کا ری ایکشن (reaction) ہونا چاہیے زبان سے کیا ہونا چاہیے اور اپنے بدن سے کیا ہونا چاہیے، شکر النعمۃ کیسے کیا جاتا ہے۔

اُس نے نہ تو زبان سے شکر کیا، نہ دل سے اسے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل و کرم ہے اور نہ ہی عملاً اُس نے اپنا سر جھکایا اور کوئی اچھا عمل کیا۔ نتیجہ کیا ملا؟ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور لوگ دیکھتے ہی رہ گئے! آج نہ اُس کا خزانہ ہے اور نہ ہی قارون ہے۔ اُس کا نام باقی ہے؟ کیسے نام لیا جاتا ہے سیدنا موسیٰ کے ساتھ علیہ الصلاۃ والسلام یا فرعون کے ساتھ علیہ لعنۃ اللہ؟ فرعون کے ساتھ۔ دیکھیں نعمت کتنی تھی اگر اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں صرف کرتا تو آج اس کا نام انبیاء کے ساتھ ہوتا لیکن جب اسی نعمت کی ناشکری کی اور اسی نعمت کو غلط راستے میں صرف کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کی سزا میں اسے دنیا میں دھنسا دیا اُس کا خاتمہ ہوا، آج تک اس کے خزانے کو کوئی پتہ نہیں کہ کہاں پر ہے اور آخرت میں اُس کا حشر فرعون کے ساتھ ہوگا۔

دیگر اہل علم نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے "وہ کہتا تھا کہ یہ مال و دولت تو مجھے اس لیے ملا کہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق اُس کا اہل اور حقدار ہوں، مجاہد کے قول کا معنی بھی یہی ہے کہ وہ کہتا ہے یہ مال و ثروت مجھے بزرگی اور شرف کی بناء پر ملا ہے"۔

آگے ایک قصہ ہے شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہ قصہ بیان کیا بڑا پیارا قصہ ہے، میں قصہ بیان کرتا ہوں پھر اُس کے جو اہم فوائد ہیں وہ بیان کرتا ہوں آپ اس قصے کی تفسیر جا کر پڑھ لینا۔

میں پوری حدیث اگر پڑھوں گا تو اُس کا ترجمہ پڑھوں گا پھر شرح کروں گا تو کافی اس کے لیے وقت درکار ہے لیکن میں جو اہم باتیں ہیں اس میں سے وہ بیان کرتا ہوں جو قصہ ہے پھر اس میں جو اہم فائدے ہیں وہ بیان کرتا ہوں اور یہ قصہ جو ہے متفق علیہ ہے بخاری و مسلم کی روایت ہے یہ کوئی عام ایسا دنیاوی قصہ نہیں ہے کہ سچ بھی ہو سکتا ہے غلط بھی ہو سکتا ہے، یہ حق ہے سچا قصہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں نبی اسرائیل میں سے تین لوگوں کا قصہ کہ تین لوگ تھے بنی اسرائیل میں، ایک تھا ایسا شخص جس کو جلد کی بیماری تھی پھلبہری تھی، اُس کی رنگت عجیب تھی لوگ اُس سے متنفر ہوتے تھے، دوسرا وہ شخص جو گنجا تھا لوگ اُسے طعنے دیتے تھے، تیسرا وہ شخص جو اندھا تھا، نابینا تھا دیکھ نہیں سکتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کا امتحان لینا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف ایک فرشتے کو بھیجا وہ فرشتہ ایک انسان کی شکل میں آیا اور وہ فرشتہ سب سے پہلے اس شخص کی طرف گیا جو جلد کی بیماری میں مبتلا تھا، تو اس شخص سے کہا کہ تمہیں دنیا میں سب سے زیادہ پسندیدہ چیز کیا ہے، تمہاری خواہش کیا ہے؟

ایک مریض کی خواہش کیا ہو سکتی ہے ذرا دیکھیں مال و دولت والے غور و فکر کریں، آج لوگ تمنا کرتے ہیں کہ میں سب سے بڑا امیر بن جاؤں۔ ذرا غور کریں ذرا، یہ شخص ایک جلد کی بیماری میں مبتلا ہے بس اس کے لیے دنیا کالی ہو چکی ہے اس کی صرف ایک ہی تمنا ہے۔ کیا تمنا ہے؟

"قَالَ" (اُس شخص نے کہا) "لَوْنٌ حَسَنٌ،وَجِلْدٌ حَسَنٌ،وَيَذْهَبُ عَنِّي الَّذِي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ بِهِ" (کہ مجھے اچھا رنگ چاہیے اور میری جلد کی جو مرض ہے یہ دور ہو جائے اور وہ چیز جس کی وجہ سے لوگ مجھے طعنے دیتے ہیں میری ذلت اور رسوائی کا سبب بنتی ہے جو چیز اسے دور کر دیں بس میری یہ تمنا ہے)۔ تو اس فرشتے نے اُس کی جلد پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اسے عافیت بخش دی اُس کا رنگ بھی ٹھیک ہو گیا اور اس کی جو تکلیف دہ چیز تھی وہ بھی دور ہو گئی تندرست ہو گیا۔ پھر فرشتے نے اس سے سوال کیا کہ تمہیں سب سے زیادہ محبوب چیز کیا ہے مال میں سے؟

تو اس شخص نے کہا "الْإِبِلُ أَوْ الْبَقَرُ" جو راوی ہیں اُبو اسحٰق السبیعی رحمۃ اللہ علیہ جو ہیں اُن سے غلطی ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ کہا گائے کہی۔

دیکھیں انصاف دیکھیں محدثین کا جب شک تھا کہ وہ بھی جانور ہے وہ بھی جانور ہے لیکن جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے اس میں احتیاط بہت ضروری ہے کہیں منہ سے وہ بات نہ نکل جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمائی، اس لیے روایت میں آپ کو ملے گا "الْإِبِلُ أَوْ الْبَقَرُ" اور پھر اس میں لکھا ہے "شَكَّ إِسْحَاقُ"۔ جب صحیح بخاری پڑھیں گے آپ اس میں ایک جملہ معترضہ ہے "شَكَّ إِسْحَاقُ" (اسحاق کو شک ہوا ہے)۔

اب اسحاق کہاں اور حدیث کہاں ! اسحاق ایک راوی ہے جو حدیث بیان کر رہا ہے اس کو شک پڑ گیا کہ یہ اِبل ہے یا بقر ہے اور غالب یہی تھا اس لیے پھر آگے اونٹ کا ذکر ہے کہ اونٹ ہی تھا غالب یہی تھا۔

اس غالب کا مطلب ہے جب لفظ بھول گیا کہ یہ تھا یا وہ تھا تب بھی دیکھیں اپنی عقل کے مطابق بات نہیں کی شک کو شک ہی رہنے دیا اور آج تک یہ شک حدیث کی کتابوں میں موجود ہے کسی نے اس کو آج تک یقین میں نہیں لکھا "شَكَّ إِسْحَاقُ" آج تک شک اسحاق موجود ہے یہ محدثین کے قواعد ہیں اصول ہیں اور انصاف ہے۔

"فَأُعْطِيَ نَاقَةً عُشَرَاءَ" (اللہ تعالیٰ نے اسے ایک اونٹنی دی حاملہ اونٹنی جس کا حمل دس مہینے کا تھا (یہ مہنگی ترین اونٹنی ہوتی ہے))

"وَقَالَ" (اس کے لیے پھر فرشتے نے جو انسانی شکل میں تھا دعائے برکت کی)۔ ٹھیک ہے چلا گیا۔

پھر دوسرا امتحان گنجے پر تھا بھئی تمہاری کیا خواہش ہے اس دنیا میں تمہیں کیا چاہیے ؟ اب گنجے کی یہ خواہش تھی۔ دیکھیں معاشرہ کتنا بدکار معاشرہ تھا ذرا غور کریں اور بنی اسرائیل جانتے ہیں بنی اسرائیل کیسے ہوتے ہیں ؟

بنی اسرائیل یہودی جو ہیں وہ اپنوں کو بھی نہیں چھوڑتے دوسرے تو دور کی بات ہے، تھوڑا سا نقص دیکھ لیں بس اس کی خیر نہیں صبح و شام اس کے پیچھے لگے رہتے ہیں کہ وہ انسان دنیا سے تنگ ہو جاتا ہے! آپ ذرا غور کریں اِن لوگوں پر کہ بھئی بیماری کوڑھ کی بیماری ہے مسلمان ہم کیا کرتے ہیں ؟

اس کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اسے عافیت بخشے اِس سے دور کر دے۔ نہیں نہیں! یہودی یہ نہیں کرتے تھے یہودی اس کے عذاب میں اور عذاب جو ہے ناں اس کے لیے اور عذاب بن جاتا۔

تو گنجا ہے ہمارے کتنے مسلمان گنجے ہیں ٹھیک ہے تمنا ہوتی ہے کہ بال ہوں اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے لیکن اگر اُن سے یہ پوچھا جائے کہ تمہیں دنیا میں مال میں سے تمہاری کیا خواہش ہے تو میرا خیال ہے وہ گنجے کی بات بعد میں کریں گے پہلے بات جو اہم مسائل ہیں وہ کریں گے لیکن ان کا معاشرہ دیکھیں بنی اسرائیل کا! بہر حال تو اس شخص گنجے کی طرف گئے فرشتے اور کہتے ہیں تمہاری کیا خواہش ہے تمہیں کیا چاہیے ؟ تو اس شخص نے کہا مجھے بال چاہئیں یہ میری خواہش ہے اِس گنجے پن کی وجہ سے لوگوں نے میرا جینا حرام کر دیا ہے صبح و شام یہی طعنے دیتے ہیں اے گنجے! اِدھر آ، اے گنجے سن! اے گنجے دیکھ! میرا مذاق اڑاتے ہیں اور مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

یاد رکھیں کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کا اس کے کسی عیب سے اُس کا مذاق اڑائے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ (الھمزۃ:1) ہر گز جائز نہیں ہے ویل ہے اس کے لیے، جہنم کی وادی اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے پہلے سے تیار کر رکھی ہے جو اپنے مسلمان بھائیوں پر ہمز اور لمز کرتا ہے ان کا مذاق اڑاتا ہے اور جب عیب ہو تب تو ویسے ہی مذاق نہیں اڑانا چاہیے۔ اگر آپ گنجے یا اندھے ہوتے تو کیا کرتے ؟ تمہارا کیا کمال ہے کہ تم گنجے نہیں ہو یہ بال کہاں سے خود اگاتے ہو پانی دے کر پتہ نہیں پیٹرول دے کر کیسے بالوں کو اگاتے ہو تم ؟! واللہ، اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا ہم یہ بال بھی نہیں اگا سکتے۔

ہاں ابھی تو آپریشن آئے ہیں ڈاکٹروں نے امپلانٹیشن (implantation) شروع کر دیا ہے لیکن اس میں بھی جانتے ہیں مال لگتا ہے مال مفت نہیں ہے یہ مفت کے بال جو ہم کاٹتے ہیں کاٹتے ہیں پھر اگاتے ہیں کبھی ہم نے کتنے پیسے دیئے ہیں! ذرا پوچھیں ان لوگوں سے جو ہزاروں ڈالر خرچ کر کے بالوں کو اگاتے ہیں۔

یہ بنجر زمین اللہ معاف کرے بنجر جب ہو جاتی ہے پھر یہ ٹھیک نہیں ہوتی یہ دنیاوی زمین بنجر تو ٹھیک کر سکتا ہے انسان لیکن اپنے سر کی زمین کو کبھی ٹھیک نہیں کر سکتا وہ اور جو بے چارے بال اگاتے ہیں آپریشن کے ذریعے بے چارے کنگھی بھی بڑی خاص رکھتے ہیں اور بڑے ہاتھ کانپتے کانپتے کنگھی کرتے ہیں ڈرتے ہیں کہ ابھی یہ بال گر گیا تو واپس نہیں آئے گا۔ یاد رکھیں جو بال لگا ہوا ہے واپس نہیں آسکتا وہ، وہ اُگتا نہیں ہے، سبحان اللہ۔ بہر حال تو بڑی احتیاط سے کام لیتے ہیں بے چارے وہ۔

تو اس گنجے نے کہا مجھے بال ہی چاہیں اور جو لوگ میرا مذاق اڑاتے ہیں وہ بھی چلا گیا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ مال میں سے کیا؟ تو فرشتے نے سر پر مسح کیا بال آگئے اس کے اُس کی تمنا پوری ہو گئی۔ دنیا میں سے کیا چاہیے؟ گائے چاہیے۔ اُس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی گائے دی جو حاملہ تھی اور پھر فرشتے نے اس کے لیے دعائے برکت کی، چلا گیا۔

تیسرے شخص کے پاس گیا جو اندھا تھا نابینا تھا اس شخص سے سوال کیا کہ سب سے زیادہ پسندیدہ چیز تمہارے لیے کیا ہے؟

اور واقعی اندھا پن اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ فرمائے یہ ایک ایسی چیز ہے کہ یہ بڑی محرومیت ہے کہ انسان دنیا کو تو دور کی بات ہے اپنے پیاروں کو نہیں دیکھ سکتا! یعنی ایک شخص آیا اندھا تھا اس کا بیٹا پیدا ہوا وہ تمنا کرتا ہے کاش میں اپنے بیٹے کو دیکھ سکتا کہ میرا بیٹا کیسا لگ رہا ہے! آپ سوچ سکتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ اولاد سے نوازے اور آپ اسے دیکھ نہ سکیں کیا بیتی ہے کبھی سوچا ہے؟! کتنی نعمتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی ہمارے اوپر۔ وہ رو رہا تھا اس کی آنکھوں سے آنسو تھے اللہ کا شکر بھی ادا کر رہا تھا اور تمنا بھی کر رہا تھا کہ کاش اپنے بیٹے کو دیکھ سکتا میں! لوگ کہتے ہیں بڑا پیارا بیٹا ہے میں باپ ہوں مجھے نہیں پتہ کہ وہ کیسا ہے، سبحان اللہ۔

بہر حال، دیکھیں ذرا اس نابینا کو دیکھیں اس کا جواب دیکھیں انداز بیان دیکھیں، تو اس اندھے نے کہا "میری تمنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی مجھے واپس لوٹا دے"۔ پہلے دو نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا ذرا غور کریں۔ اب ایک شخص آیا ہے بھئی آپ کی کیا تمنا ہے میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں آپ کی تمنا کیا ہے؟ اس شخص نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری بینائی واپس لوٹا دے، اور اسے لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہیں یہ نہیں کہا کہ لوگ جو میرا مذاق اڑاتے ہیں یہ کرتے ہیں اس کا ذکر بھی نہیں کیا۔ تو فرشتے نے جو انسان کی شکل میں تھا اپنا ہاتھ پھیرا اور دوبارہ سے اس کی بینائی واپس آئی اس نے دیکھنا شروع کر دیا۔ مال میں سے کیا تمہیں پسند ہے؟ مجھے بکریاں پسند ہیں، اور اسے بکری دے دی گئی جو حاملہ تھی اس کے بچے بھی تھے۔

تو جو اونٹ والا تھا اس کے پاس یہ اونٹ بڑھتے گئے بڑھتے گئے اونٹوں کی وادی بن گئی، جو گائے والا تھا گائے کی وادی بن گئی، اور جو بکری والا تھا بکری کی وادی بن گئی۔ کچھ عرصے کے اللہ تعالیٰ نے پھر سے اُس فرشتے کو حکم دیا آپ جاؤ اب امتحان کی گھڑی آگئی ہے۔

فقیر اور مسکین کی شکل میں گیا وہ فرشتہ ،پہلے گیا اپنے پہلے دوست کے پاس۔کون ؟ جلد کا جو بیمار تھا جس کو پھلبہری تھی تو اسے کہا کہ میں مسکین بندہ ہوں مسافر ہوں میرا راستہ کٹ گیا ہے ،میرے پاس جو زاد و مال تھا سب کچھ ختم ہو گیا ہے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام سے سوال کرتا ہوں جس نے تمہیں خوبصورت بنایا ہے اچھی شکل دی ہے تمہیں اس نام سے تم سے سوال کرتا ہوں کہ میری کچھ مدد کے لیے مجھے ایک اونٹ دے دیں بس جس سے میرا راہ سفر جو ہے میرے لیے آسان ہو جائے۔تو اس شخص نے کہا(اس مالدار نے کہا) بھئی سیدھی سی بات ہے میرے پاس ذمے داریاں بہت بڑھ چکی ہیں میں نے بہت سارے لوگوں کے حقوق دینے ہیں میرے پاس ایک اونٹ بہت مشکل ہے میں نہیں دے سکتا یہ آپ جاؤ کسی اور سے مانگو میرے پاس نہیں ہے۔تو اُس شخص نے کہا(اس فرشتے نے) کہ میں نے شاید کبھی تمہیں دیکھا ہے ہماری شاید کبھی پہلے ملاقات ہوئی ہے کیا تم پہلے بد شکل نہیں تھے ؟ ! جلد کی کوئی تمہیں بیماری نہیں تھی تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ سارا مال تمہیں عافیت بخشی اور یہ سارا مال عطا فرمایا؟ ! نہیں نہیں،اس نے کہا ایسی بات کہاں ہے یہ تو اپنے باپ دادا سے میں نے کمایا ہے۔

ذرا غور کریں اس کو کیا موقع دیا جا رہا ہے کیا؟ توبہ کرنے کا۔دیکھیں اللہ تعالیٰ کا انصاف دیکھیں فوراً نہیں پکڑا اسے یاد دہانی کرائی۔بھول جاتا ہے انسان ہے بشر ہے بھول جاتا ہے،ربّ العالمین کی رحمت اور کرم دیکھیں کہ ہو سکتا ہے ابھی عقل آجائے۔دیکھیں انسان جب اپنا بُرا وقت یاد کرتا ہے تو کہیں پر کہتے ہیں ناں انسان اپنی اوقات نہیں بھولتا، نہیں بھولنا چاہیے اپنی اوقات کو تو ہو سکتا ہے جب اپنی اوقات یاد دلا دیں تھوڑی سی ہو سکتا ہے کہ اس کے پاس جو بڑی نعمتیں ہیں اس کو جو مغرور کر دیا ہو اور بھلا دیا ہو تو یاد دلا دیتے ہیں۔

تو اس شخص نے کہا نہیں یہ کون سی بات بھئی کر رہے ہو میرے باپ دادا بڑے امیر تھے یہی کاروبار کرتے تھے میں وارث ہوں ان کا،اکلوتا وارث ہوں اُن کا میں ٹھیک ہے۔تو اُس فرشتے نے جاتے ہوئے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ویسا کر دے جیسا کہ تم پہلے تھے (یعنی پہلے سے اگر مالدار تھے تو مالدار رہو،اگر جھوٹے ہو تو جو تم پہلے تھے تم ویسے بن جاؤ)۔

پھر گیا دوسرے کے پاس جو گنجا تھا یہی اس سے سوال کیا،اس شخص نے بھی یہی کہا کہ بھئی میں بہت مجبور ہوں میرے اوپر بڑی ذمے داریاں ہیں میں یہ نہیں دے سکتا، یہ نہیں کر سکتا وہ نہیں کر سکتا۔اس نے کہا میں نے تمہیں کہیں دیکھا ہے تم گنجے نہیں تھے ؟ ! نہیں،میں کہاں گنجا تھا یہ بال تو پہلے سے ہیں۔تم فقیر تھے کچھ نہیں تھا تمہارے پاس لوگ تمہیں مذاق اڑاتے تھے ؟ ! نہیں نہیں،یہ تو'' كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ ''پہلے سے میرے پاس سب کچھ تھا۔بھئی ایک گائے کا سوال ہے ! ''نہیں،وہ میرے پاس کچھ نہیں ہے یہ میں نے اپنے باپ دادا سے کمایا ہے''۔اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ویسا کرے جیسا کہ تم پہلے تھے۔

تیسرے شخص کے پاس گیا جو نابینا تھا، بھئی میں مسافر ہوں میں پریشان ہوں میری مدد کیجئے جس ذات نے تمہیں یہ بکریاں دی ہیں اس ذات کا نام میں تمہیں واسطہ دے رہا ہوں مجھے ایک بکری دے دو بس۔

اب ذرا جواب دیکھیں اِس شخص کا واللہ دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے، کہتا ہے میرے بھائی یہ جو کچھ دیا ہے ناں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے میرا کچھ بھی نہیں ہے اس میں، اس میں سے جو تمہیں چاہیے لو جو تمہیں چھوڑنا ہے چھوڑ دو ایک نہیں، تم ایک کا سوال کرتے ہو جتنی بکریاں تم لے سکتے ہو لے جاؤ۔ ایمان دیکھیں کہ جس نے اتنا پہلے دیا ہے اس زیادہ بھی دے سکتا ہے جب اس کے نام پر دوں گا تو اور بھی دے گا، جب مانگا نہیں تھا تو اس نے خود بندہ بھیج کر (اسے نہیں پتہ تھا کہ فرشتہ ہے کون ہے) دیا ہے جب اس کے نام پر دوں گا تو کیا نہیں دے گا مجھے محروم کرے گا! ''فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدعْ مَا شِئْتَ فَوَاللهِ ما أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيءٍ أَخَذْتَهُ'' میں تمہیں یہ نہیں کہوں گا کہ تم نے اتنا لیا کیوں ہے، قسم کھا کر۔ یعنی اللہ کی قسم تم جتنا بھی لوگے میں تمہیں یہ نہیں کہوں گا کہ تم کتنا لے کر جا رہے ہو۔ ''فقالَ'' اب یہاں پر امتحان کی گھڑی ختم ہوئی اب رزلٹ ہے رزلٹ سنیں ضرا امتحان کا۔ امتحان کے بعد رزلٹ ہوتا ہے کہ نہیں؟ رزلٹ۔ ''فقالَ: أَمْسِكْ مالَكَ'' یہ تمہارا ہی مال ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس مال میں اور برکت دے دے یہ تمہارا ہی مال ہے، تمہارا تو امتحان لیا گیا تھا اللہ تعالیٰ آپ پر تو راضی ہے لیکن آپ کے دونوں دوستوں پر جو باقی دو تھے ان پر سخت ناراض ہے دونوں فیل ہو چکے اور تم کامیاب ہو چکے ہو۔

یہ قصہ تھا، بڑا پیارا قصہ ہے اور یہ قصہ آپ اپنے گھر میں بھی جا کر سنانا اپنے گھر والوں کو اور دیکھیں کس طریقے سے اس قصے کا اثر پڑتا ہے دلوں میں، اس قصے میں جو اہم فوائد ہیں:

1۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزے کا ثبوت کہ خبر کہاں سے آئی؟ وحی ہے اور وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو قصے بیان کیے ہیں وہ سارے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے معجزے ہوتے ہیں۔

2۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی نسبت کسی اور کی طرف کرنا کفر ہے کفر النعمۃ ہے اور اس نعمت کے زوال کا سبب بھی ہے۔ یعنی ایک تو کفر النعمۃ ہے پھر اس نعمت کے جانے کا زوال ہونے کا سبب بھی ہے ناشکری۔

3۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنا جیسا کہ شکر کرنے کا حق ہے کامیابی ہے اور اس نعمت کی بقاء اور اس میں برکت کا باعث بھی ہے۔

4۔ مخلوق کی مشیئت کا ثبوت لیکن یہ جو مشیئت ہے جو چاہت ہے مخلوق کی اللہ تعالیٰ کی چاہت اور مشیئت کے نیچے ہی ہے۔ یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے وہ ہی ہوتا ہے اور جو مخلوق چاہتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی چاہتی ہے۔

5۔اس میں رد ہے معتزلہ کا جو کہتے ہیں کہ مخلوق کی اپنی مشیئت ہے جو چاہتی ہے وہ کرتی ہے،انسان کے اعمال کا وہ خود ذمہ دار ہے خود مالک ہے اللہ تعالیٰ انسان کے اعمال پیدا نہیں کرتا۔

6۔اللہ تعالیٰ کی صفت الرضا کا ثبوت۔

7۔اللہ تعالیٰ کی صفت السخط(ناراضگی)کا ثبوت۔

8۔اللہ تعالیٰ کی صفت الارادۃ کہ اللہ تعالیٰ ارادہ بھی کرتا ہے کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے اسماء والصفات کے باب میں۔

9۔فرشتوں کے وجود کا ثبوت کہ فرشتے موجود ہیں۔

10۔فرشتے انسانوں کی شکل اختیار کر سکتے ہیں اس کا ثبوت،اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

11۔فرشتے بذات خود کچھ نہیں کرتے اِلا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت نا ہو۔اُن کی کوئی قدرت نہیں ہے کوئی طاقت نہیں ہے اور جو کچھ اس فرشتے نے کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے ہی کیا ہے لیکن فرشتے کے ذریعے سے کیا ہے۔

بارش جو ہے اس کا ایک ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے کہ بادل ہوتے ہیں پھر بارش آتی ہے تو بادل بارش نہیں برساتا بارش تو اللہ تعالیٰ ہی برساتا ہے لیکن بادل اس کا ایک ذریعہ بنایا ہے ایک سبب ہے۔

تو فرشتہ ایک سبب تھا ہاتھ رکھا اور شفاء اللہ تعالیٰ نے دی ہے کیونکہ بعض لوگ یہ نہ سمجھیں کہ بعض مخلوق بھی شفاء دیتی ہے، بعض مخلوق بھی قادر ہے اس لیے پھر اس مخلوق کو پکارنا چاہیے۔ہرگز نہیں!مخلوق کو پکارنا اُن سے دعا مانگنا،اپنی حاجات طلب کرنا شرک ہے جائز نہیں ہے۔

12۔اونٹ،گائے اور بکری اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہیں اچھی نعمتوں میں سے ہیں جن کی آج قدروقیمت نہیں ہے۔

13۔سنت میں سے یہ ہے کہ آپ کسی شخص کے لیے برکت کی دعا کریں۔برکت کی دعا کرنا مستحب ہے آپ اپنے بھائیوں کے لیے برکت کی دعا کیا کریں۔

14۔ظالم پر بددعا کرنا جائز ہے۔

ظالم پر بددعا کرنا جائز ہے کیسے؟اُس فرشتے نے کیا بددعا دی؟اگر تم جھوٹے ہو تو جیسے تم تھے اللہ تعالیٰ تمہیں ویسا واپس کردے۔

15۔اُصحاب العاھات اُن کو کہتے ہیں جن لوگوں کے جسم میں کوئی کمی ہو"عَاھَۃ"۔اِن لوگوں میں سے جو سب سے زیادہ قریب ہیں اللہ تعالیٰ کے غالباً کون ہیں؟جو نابینا ہوتے ہیں۔

ذرا یاد رکھیں اس بات کو کہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قریب أصحاب العاہات میں سے وہ ہیں جو لوگ نابینا ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب بصر کا نور چھین لیتا ہے (یہ عجیب سی بات ہے واللہ اعلم اس میں کیا وجہ ہے کیا چیز ہے) غالباً دیکھا جاتا ہے کہ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور یہی لوگ دنیا میں دین کے اعتبار سے کوئی نام کماتے ہیں، سبحان اللہ۔

اور واضح مثال آپ کے سامنے ہے امام الأمۃ اس زمانے کے شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ بیس سال کی عمر میں مکمل نابینا ہو چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے جب اُن سے اس دنیا کا نور چھینا علم اور ایمان کا نور ان کے دل میں بھر دیا ہے اور دیکھیں امت کا سب سے بڑا عالم نابینا انسان ہے رحمۃ اللہ علیہ۔

واللہ اعلم۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (089. کتاب التوحید) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio